متعلق حکایات بیان کرنے میں بہت زورِ طبع صرف کیا ہے ایک دو داستانیں بہ اختصار آپ بھی سنتے چلیے :

منگول عجیب عجیب توہمات کا شکار تھے ان میں سے ایک یہ بھی تھا کہ جانور کو مسلمان بہ طریقِ شرعی ذبح کرینگے تو کوئی آفت سماوی نازل ہوگی - حکم جاری ہوا کہ جانور ذبح نہ کئے جائیں (بلکہ منگولوں کے قاعدے کے مطابق ان کا سینہ چاک کر کے انکو ہلاک کیا جائے) - ایک مسلمان بچارا گوسفند خرید کر گھر لے گیا - دروازے بند کئے اور بہ کمال اخفا جانور ذبح کیا ایک قبچاقی (کافر) اس مسلمان کا دشمن تھا اس نے موقع غنیمت جانا اور بادشاہ تک شکایت لے گیا تفتیش ہوئی تو اوگتائی اس نتیجے پر پہنچا کہ مسلمان نے میرے حکم کا احترام کیا ہے کہ چھپ کر گھر میں یہ کام کرنا چاہا ہے کہ اس کے مذہب کے مطابق واجب تھا حقیقت میں ہمارے حکم کو رسوا کرنے والا یہ قبچاقی (کافر) ہے اس کو سزا دو کہ مستحق عقوبت ہے اس موقعہ پہ چشم پوشی کرنی چاہیئے تھی نہ یہ کہ میرے پاس شکایت لے کر آتا اور مجھے رسوا کرتا کہ تمہارے حکم کی پیروی نہیں ہوئی -

ایک دن شکارگاہ میں تھا کہ کسی محتاج نے دو تین شیریں خربزے پیش کئے انعام کا حکم ہوا اتفاق کی بات ہے کہ خزانچی کے پاس نقد کچھ نہ تھا موکا خاتون موجود تھی اس کے کانوں میں دو موتیوں کے دانے تھے نہایت قیمتی - حکم ہوا کہ یہ موتی سائل کو دے دو، موکا نے کہا اس کو کیا پتا کہ ان موتیوں کی قدر و قیمت کیا ہے کل دربار میں حاضر ہو حسب دلخواہ انعام پائیگا اوگتائی بولا کل تک سائل کے دل پر کیا بیت جائیگی یہ موتی اسے دے دو - حکم کی تعمیل ہوئی ساتھ ہی اوگتائے نے کہا گھبراؤ نہیں یہ موتی جائینگے کہاں آخر ہمارے ہی پاس آئینگے - سائل موتی لے کر نکلا تو خریدار مل گیا، دو ہزار دینار میں فروخت کر دیئے جوہری ان نایاب موتیوں کو لیکر اوگتائی کی خدمت میں حاضر ہوا موکا خاتون بھی موجود تھی اوگتائی نے وہ موتی دیکھے تو کہا دیکھا موتی کے موتی واپس آ گئے اور سائل بھی خوش ہو گیا یہ کہہ کر موتی جوہری سے منہ مانگا دام دے کر خرید لئے -

یہ حکایت بہت مشہور ہے کہ ایک ترک سردار جو مسلمانوں کا دشمن تھا اس کی درگاہ میں حاضر ہوا اور کہا کہ رات میں نے چنگیز خاں کو خواب میں دیکھا ہے اور انھوں نے حکم دیا ہے کہ میرے بیٹے اوگتائے کو بتا دو کہ جب تک مسلمانوں کو ہلاک نہیں کیا جائیگا سلطنت کا انتظام درست نہیں ہوگا اوگتائے سمجھ گیا کہ جھوٹ بکتا ہے اس سے پوچھا کہ تم منگولی زبان جانتے ہو، کہا نہیں - پھر پوچھا چنگیز خاں نے تم سے کس زبان میں بات کی تھی وہ تو منگولی زبان کے سوا اور کسی زبان سے آگاہ ہی نہ تھا اور تم منگولی نہیں جانتے ترک امیر چپ ہو گیا - جہاں کشائے جوینی کے مؤلف کے قول کے مطابق اس ترک امیر کو ہلاک کروا دیا گیا[1] لیکن صاحب طبقات ناصری (منقول از عباس اقبال) لکھتے ہیں کہ اس کو صرف سرزنش کی گئی[2] -

اوگتائے کے بعد تورا کینا خاتون (مادر گیوک خاں) اور گیوک خاں کے حالات ہیں - (پسر اوگتائے قاآن) اسکے بعد بہ غایت اختصار چنگیز خاں کے لڑکوں جوجی اور جغتائی کا ذکر کیا ہے اور انھیں کے ذکر پر جلد اول ختم ہوتی ہے -

دوسری جلد کی ابتدا خوارزمشاہیوں کے حالات سے ہوتی ہے (۶۲۸ - ۴۷۰ھ) اس خاندان کا مورث اعلیٰ انوشتگین تھا (۴۹۰ - ۴۷۰ھ) لیکن اتسز کے زمانہ میں (۵۵۱ - ۵۲۱ھ) اس خاندان نے آل سلاجقہ سے برابر کی ٹکر لینی شروع کی - علاء الدین محمد کے زمانہ میں (۶۱۷ - ۵۹۶ھ) اس سلطنت کی حدود اتنی وسیع ہو گئی تھیں کہ انتظام کرنا مشکل تھا پھر خود خوارزم شاہ بھی بے تدبیر تھا - ادھر اسکی والدہ ترکان خاتون نہایت سخت مزاج اور ظالم تھی نتیجہ یہ نکلا کہ جب چنگیز خاں کی فوجیں ممالک خوارزم شاہی میں داخل ہوئیں تو رعایا بھی بددل ہو کر لڑی کہ بادشاہ

---

[1] جہاں کشائے جوینی صفحہ ۱۸۱ - [2] تاریخ مفصل ایران جز اول صفحہ ۱۵۱ -

سے خوش نہ تھی۔ عطا ملک نے خوارزم شاہیوں کے آخری بادشاہوں کا حال شرح و بسط سے لکھا ہے اور اس سلسلہ میں ان کفار ترک کے حالات بھی قلمبند کئے ہیں جو ملوک قراختائی یا گور خانیہ کہلاتے تھے اور جنھوں نے ۵۱۳ سے ۶۰۷ھ تک ماوراء النہر اور ترکستان پر حکومت کی ہے ان کے جاہ و جلال اور دبدبے کا یہ عالم تھا کہ ملوک افراسیابیہ (ملوک ایلک خانیہ) تو ان کے مطیع ہو ہی گئے تھے۔ خوارزم شاہیوں کو بھی ان کے سامنے جھکنا پڑتا تھا یہ باب نہایت اہم ہے کیونکہ ایران کی تاریخ کے ایک ایسے حصّے سے بحث کرتا ہے۔ جسکے متعلق ہماری معلومات بہت ناقص ہیں۔ انکے حالات کے بعد چنگیز خاں کی وفات سے ہلاکو خاں کی ماموریت ایران (۶۵۱ھ) تک کے ان منگولی امرا کے حالات ہیں جنھوں نے منگولی فرمانرواؤں کی نیابت کے فرائض سرانجام دیئے ہیں انہیں میں جنتمور، نوسال، گرگوز اور امیر ارغون شامل ہیں جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔

تیسری جلد منگو قاآن بن چنگیز خاں کے جشن تخت نشینی سے شروع ہوتی ہے (۶۴۹ھ) اس کے بعد ہلاکو خاں کی نقل و حرکت کا بیان شروع ہو جاتا ہے ۶۵۱ھ ہی میں اس کو فرمان مل چکا تھا کہ وہ اسماعیلیوں کا زور توڑ دے اور خلیفہ عباسی کو منگولوں کی متابعت پر آمادہ کرے یا مناسب اقدام کرے لیکن ہلاکو کو ایران پہنچتے پہنچتے ۶۵۴ آ گیا یہی وجہ ہے کہ ایران میں جو منگول امیر ہلاکو سے پہلے قاآن کے نائب تھے ان کے متعلق یہ اختلاف ہے کہ ان کا عہد حکومت ۶۵۱ تک رہا یا ۶۵۴ تک (قانوناً سن ۶۵۱ درست معلوم ہوتا ہے لیکن واقعتاً ۶۵۴ ٹھیک معلوم ہوتا ہے) بہرحال ہلاکو اسماعیلیوں کے مشہور قلعوں کی تسخیر کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ عطا ملک ساتھ ہے میمون دژ لامہ سر الموت آخر سبھی قلعے فتح ہو جاتے ہیں عطا ملک نے اسماعیلیوں کی سلطنت (اگر اسے سلطنت کہا جاتا ہے) کے آغاز سے لیکر آخری بادشاہ رکن الدین خورشاہ کی موت تک (۶۵۵ھ) اس گروہ کے تفصیلی حالات قلمبند کئے ہیں حسن بن صباح کے متعلق اس کے پاس وہ نفیس کتاب تھی جو سرگزشت سیدنا کے نام سے موسوم ہے اور اسماعیلی مسلک کے حسن کے مستند سوانح حیات پر مشتمل ہے۔ جہاں کشائے کے بعض نسخوں میں ایک مختصر تحریر، شرح واقع فتح بغداد کے نام سے ملحق ملتی ہے یہ خواجہ نصیر الدین طوسی سے منسوب ہے اور آقائے عباس اقبال نے اس سے اقتباسات نقل کئے ہیں۔

علامہ قزوینی افسوس سے کہتے ہیں کہ انقراض دولت اسماعیلیہ کے بعد مولف ۲۷ سال تک بقید حیات رہا لیکن ان سالوں کے واقعات قلم بند کرنے کی طرف اس نے بالکل توجہ نہ کی یہ غالباً اس کی عدیم الفرصتی پر مبنی ہے۔[1]

جہاں کشائے جوینی ایک ایسے مورخ کا نتیجہ فکر ہے جو اپنے مذہب کے معاملے میں متعصب ہے اور منگولوں کو کافر و مشرک تصور کرتا ہے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اس کتاب کی تحریر کے راستے میں کتنے موانع تھے۔ خاص طور پر جب ہم یہ سوچتے ہیں کہ تاریخ ساتھ ساتھ لکھی جا رہی ہے اور مولف برابر عالم اسلام کی بربادی سے متاثر ہو رہا ہے۔ ایک طرف تو مولف کی یہ دلی تمنا تھی کہ منگولوں کو کسی مرحلے ہی پر سہی آخر شکست ہو اور کفر و شرک کا یہ سیلاب رک جائے دوسری طرف وہ منگولوں کا وظیفہ خوار ہونے کی بنا پر کوئی ایسی بات نہیں لکھ سکتا تھا جو انھی ناگوار گزرے کہ ہلاکو یا قاآن اس کا قصہ ہی پاک کروا دیں۔ منگولوں کو تاریخ نویسی سے بہت شغف تھا اور خود چنگیز خاں بھی مورخوں کو بہت عزیز رکھتا تھا غالباً یہی وجہ ہے کہ عطا ملک کو بے تکلفانہ صحیح واقعات بیان کرنے کی اجازت دی گئی ہر فقرے سے عطا ملک کا مسلمان ہونا

---

[1] جہاں کشائے جوینی جلد اوّل مقدمہ مج۔

مترشح ہے جب مسلمانوں کو کہیں فتح ہوتی ہے تو مؤلف بابا کانہ مسرت کا اظہار کرتا ہے ۔ جلال الدین منکبرنی کے واقعات لکھتے ہوئے عطا ملک نے بیسیوں بار سلطان کی تعریف کی ہے اور یہاں تک بھی لکھا ہے کہ اس کے مقابلہ میں جو جلا دستھے انکو ذلت آمیز شکست ہوئی ان موانع کے باوجود عطا ملک نے نہایت دیانتداری سے تمام تاریخی واقعات قلم بند کئے ہیں اور اسباب و علل کا سراغ بھی دیا ہے، ظاہر ہے، یہ کتاب آج کل کی تاریخی کتابوں کے معیار پر پوری نہیں اتر سکتی کہ معاشری، معاشی اور ثقافتی حالات کی تصویر کشی نہیں کی گئی اور بادشاہوں کے جلوس اور ان کی لڑائیوں ہی سے زیادہ بحث کی گئی ہے لیکن اس کے باوصف جستہ جستہ اشارات ایسے ملتے ہیں جن سے اس عہد کی معاشی اور ثقافتی زندگی پر روشنی پڑتی ہے ۔ بخارا، سمرقند، مرو، خوارزم، نشاپور وغیرہ مشہور شہروں کی تسخیر کے سلسلہ میں ان شہروں کے رہنے والوں کے متعلق معلومات حاصل ہوتی ہیں (اگرچہ عام طور پر ایسا ضمناً ہوتا ہے) جلال الدین منکبرنی کے حالات بیان کرنے کے سلسلہ میں وہ مقام بہت نازک ہے (جلد دوم) جہاں مؤلف جلال الدین کی ان کوششوں کا ذکر کرتا ہے کہ ممالک اسلامی کے فرمانروا مل کر منگولوں کے ہجوم کا مقابلہ کریں جو پیغام سلطان جلال الدین خلیفہ عباسی کو بھیجتا ہے اس کا انداز ملاحظہ فرمائیے گا :

> [1] باز آنکہ میان او و امیرالمؤمنین و سلاطین شام و روم اختلاف بود رسولاں نزدیک ایشان فرستاد بہ اعلام عبور لشکر پادشاہ (چنگیز خاں) و پیغام این کہ لشکر جرار از عساکر تتار در کثرت و شوکت چوں مور و مار و قلاع خواہد ماند در مصادمت و مردان این طرف از رعب و ہراس از ایشان در صمیم دلہا متمکن شدہ است و چوں من از میان برخیزم مقاومت ایشان ممکن نشود و من شما را سد سکندرم از شما ہر کس یک فوج با علمے مدد دہد تا چوں آوازہ موافقت و مطابقت ما بدیشاں رسد دندان ایشاں کند شود و لشکر ما نیز قوی دل و اگر در این باب تہاون نمایند خود بینند آنچہ بینند ۔
>
> شما ہر کسے چارۂ جاں کنید   خرد را بدیں کار پیچاں کنید

اسلوب نگارش سے لکھنے والے کی ہمدردی مسلمانوں سے ظاہر ہے اور یہ بھی واضح ہے کہ وہ اتفاق اور مل کر مقابلہ کرنے کے سوال کو کتنا اہم تصور کرتا ہے کہ عام اسلوب نگارش سے ذراہٹ کر بالکل سلیس عبارت میں بات کی ہے اس تجویز کا نتیجہ کچھ نہ نکلا اور خلیفہ عباسی نے جلال الدین کی مدد کرنا مناسب نہ سمجھا کہ خوارزم شاہوں کی طرف سے عباسیوں کے دل صاف نہ تھے ۔ اس اختلاف کا سرچشمہ یہ تھا کہ خلیفہ عباسی ناصر (۶۲۲-۵۷۵) خوارزم شاہوں کی طرف سے بدگمان تھا اور سلاطین غور کو اس بات پر آمادہ کرتا رہتا تھا کہ ممالک خوارزم شاہی پر حملہ کریں یہاں تک کہ جب علاء الدین محمد خوارزم شاہ مسند نشین ہوا تو یہ اختلاف شدید صورت اختیار کر گیا خلیفہ عباسی ناصر نے اسماعیلی گروہ کے توسط سے پیشوا جلال الدین حسن کو مہرہ بنا کر آگے بڑھایا اور اس کے ذریعہ یہ چاہا کہ خوارزم شاہ کو کوئی فدائی ہلاک کر دے خوارزم شاہ کو اب طبعاً بہت تاؤ آیا چنانچہ وہ بغداد کی طرف بڑھا، لیکن اتفاق کی بات ہے کہ سردی کے دن تھے، برف باری بہت زور کی ہوئی اور خوارزم شاہ کے بہت سے سپاہی اور جانور ہلاک ہو گئے خوارزم شاہ نے اور خود فوج کے لوگوں نے اسے شگون بد تصور کیا ادھر منگول خوارزم شاہ کی سلطنت کے دوسرے دروازے پر دستک دے رہے تھے چنانچہ ۶۱۴ھ میں علاء الدین محمد خوارزم شاہ لوٹ آیا خلیفہ عباسی نے ظاہر ہے یہ مشہور کیا کہ خوارزم شاہوں کی فوج آفات سماوی کا شکار ہو کر تباہ و برباد ہو گئی

---

[1] جہاں کشائے جوینی جلد دوم ۔

کہ قصد استیصال خلافت رکھتی تھی یہ پس منظر تھا جلال الدین اور خلیفہ کے تعلقات کا تو بہ ظاہر جلال الدین کا خلیفہ سے مدد طلب کرنا مسخر معلوم ہوتا ہے لیکن غور سے دیکھا جائے تو اس وقت جلال الدین کی مدد کرنا گویا سارے ممالک اسلامی کی مدد کرنا تھا اگر منگولوں کا سیلاب اسی وقت روک دیا جاتا تو خلافت عباسیہ کا وہ دردناک حشر نہ ہوتا جس کے ذکر سے تاریخیں لبریز ہیں۔ امیر المومنین کے دل میں جلال الدین کے متعلق جو جذبات تھے عطا ملک انھیں یوں بیان کرتا ہے :

ہر راہ[۱] بغداد رواں شد و برآں بود کہ امیر المومنین الناصر الدین اللہ اورا مدد دہد تا از دمے در دہ ئے خصماں سد سازد۔ بہ اعلام وصول واندیشۂ خویش رسولے فرستاد امیر المومنین برآں سخن مبالاتے ننمود و انتقام آنچہ از پدر و جد او در روزگار گذشتہ صادر شدہ بود ہنوز در دل ماندہ بود۔ (سلطان تکش و والد علاء الدین محمد خوارزم شاہ سے بھی خلیفہ کے اختلافات شدید تھے)۔

منگولوں کو شکست ہوتی ہے تو عطا ملک اس واقعے کا ذکر کرتا ہے اور اس کے الفاظ سے اسکے جذبات ٹپکتے پڑتے ہیں لیکن یہ کمال دیکھئے کہ سلطان جلال الدین کی شجاعت و دلاوری کی داستانیں سُنا سنا کر ایوں کو تو خیر گرماتا ہی ہے یہ بھی لکھتا ہے کہ منگول بھی اس کی شجاعت کے قائل تھے اور خود چنگیز خاں اس کی بہادری کا مداح تھا "چنگیز خان و تمامت مغولان از شگفت دست بر دہان نہادند"[۲]

مختصر یہ ہے کہ عطا ملک نے بے خوف و خطر بے باکانہ تاریخی واقعات قلمبند کئے ہیں اور منگولوں کی خوشامد کی بنا پر کسی حقیقت کی شکل نہیں بدلی یہ بہت بڑا کارنامہ ہے اور غالباً اسی کی جرأت و ہمت کا نتیجہ ہے کہ بعد کے مورخین بھی بلا کم و کاست تمام واقعات بیان کرتے ہیں، اور بالعموم خوشامد سے گریز کرتے ہیں :

عطا ملک کو حقیقت میں اس زمانے کا انشا پرداز او رادیب تصور کرنا چاہیے جو منگولوں کی غارتگری کے آثار ظاہر ہونے سے پہلے آتا ہے یہی وجہ ہے کہ ملک الشعرا بہار نے جہاں کشائے کے متعلق بہ صراحت لکھا ہے کہ یہ کتاب قدیم انشا پردازی کا نمونہ ہے البتہ اس میں تصرفات تازہ ضرور ہیں[۳]۔

بعض فاضل یہ کہتے ہیں کہ وصاف اور عطا ملک نے قصداً اپنی تصانیف کی زبان مغلق رکھی ہے تاکہ خانان تاتار کی سمجھ میں نہ آئے اس دعویٰ کی بیہودگی ظاہر ہے اور یہی وجہ ہے کہ بہار نے حاشیہ میں بہ صراحت کہا ہے کہ اس دعویٰ کو تسلیم[۴] کرنا ہمارے لئے دشوار ہے کیا خانان مغول کی درگاہ میں مترجم نہ تھے جو ان کو بتا سکتے کہ کتاب میں کیا لکھا ہے اور کیا عطا ملک اور وصاف حضرت کے دشمن نہ تھے جو عبارات کا ترجمہ پڑھکر سناتے اور اپنے دشمنوں کی بیخ کنی کے درپے ہوتے۔ ملک الشعرا بہار کی رائے میں جہاں کشائے جوینی فارسی کی بہترین نثر فنی کا نمونہ ہے جس میں جا بجا موازنہ و سجع و تجنیس و اشتقاق کے جواہر چمکتے نظر آتے ہیں پھر قرآن مجید سے استشہاد کرنا، احادیث کو شواہد کے طور پر پیش کرنا فارسی اور عربی اشعار کو موقع بہ موقع استعمال کرنا یہ سب کچھ اسی کتاب میں بہت چابک دستی سے ہوا ہے۔ جوینی میں یہ ایک عجیب بات ہے کہ اسلوب نگارش یکساں نہیں کہیں تو تکلف اور تصنع اس حد تک نظر آتا ہے کہ وصاف کی یاد دلاتا ہے اور کہیں عبارت کی سادگی اور انداز کی سلاست سعدی کی یاد دلاتی ہے علاوہ ازیں غالباً جوینی کی یہ تصنیف فارسی کی پہلی نثری تالیف ہے جس میں منگولی زبان کے کلمات و

[۱-۲] جہاں کشائے جوینی جلد دوم ذکر سلطان جلال الدین منکبرنی [۳-۴] سبک شناسی۔ ملک الشعرا بہار۔ جلد سوم صفحات ۵۲، ۵۳ (چاپ تابان)